دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں
وہ حیثیت حاصل کرے گا جو برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پاس نیک نیتی اور اخلاص کازادراہ تھا۔ جو آج عظیم ادارہ دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۶۶ء کو لاہور کے جناب مولانا کوثر نیازی سابق وزیر اطلاعات ونشریات دارالعلوم تشریف لائے۔ دارالعلوم میں قیام کے دوران تعلیمی اور انتظامی شعبے اور تعمیراتی کام دیکھ کر بیحد محفوظ ومسرور ہوئے۔ بعد از نماز عصر جامع مسجد دارالعلوم کے وسیع صحن میں مولانا موصوف نے ذیل کا خطاب فرمایا جو مولانا کی گہری بصیرت تجربہ اور دینی وفکری پختگی کا غماز ہے۔ تجدید دین کے نام پر دین میں جدت طرازی کرنے والوں کے بارہ میں مولانا کے ارشادات ایک ایسے آزمودہ کار کے خیالات ہیں جو خود کافی عرصہ صاحب البیت رہا ہے۔۔۔(ادارہ)۔۔

مجھے آج دارالعلوم میں آنے کا موقع ملا یہ میری بہت بڑی سعادت ہے اور آج میری دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ میں سالہا سال سے آپ کے دارالعلوم اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) کی عظیم شخصیت سے متاثر ہوا اور وہ خدمات جلیلہ جو حضرت مولانا اور یہ ادارہ دین حق کی بجا لارہا ہے۔ شروع سے اس کا قدر دان ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو زمانہ جارہا ہے۔ اور جس طرح حالات ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ اور دین حق کو جو فتنوں کا سامنا ہے ان میں ایسی بزرگ ہستیاں مغتنمات زمانہ میں سے ہیں۔ اور کبھی خیال آتا ہے۔ کہ جب یہ لوگ بھی نہ رہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ جو شاعر نے کہا تھا حضرت شیخ الحدیث کا وجود مسعود بھی ان میں سے سمجھتا ہوں

ع۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

میرے بارہ میں جو ذرہ نوازی آپ لوگوں نے فرمائی، بغیر تصنع اور بناوٹ کے کہتا ہوں کہ میرے اندر ان خصوصیات کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی موجود نہیں ہے علماء ربانیین کا ادنیٰ خادم اور ان کے خاک قدم کو سرمہ چشم بصیرت اور نجات کا باعث سمجھتا ہوں، اگر کوئی متاع اور اندوختہ میرے پاس ہے تو یہی ہے۔ میں کچھ تقریر کا ارادہ نہیں رکھتا، آپ اہل علم ہیں۔ میں خود آپ سے سیکھنے

آیا ہوں، بس ایک رشتہ کی بناء پر کہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔

آپ یہ خیال نہ کریں کہ دنیا عزت اور اقتدار لیے جارہی ہے، آپ کو اللہ نے دنیا طلبی سے محفوظ رکھا، قناعت کا جذبہ اور زندگی عطا فرمائی اپنے اور رسول کریم کے علوم کا وارث بنایا، اس سے بڑی عزت اور کیا ہوسکتی ہے؟ لوگوں کے پاس جو اقتدار ہے وہ زوال پذیر اور پانی کے بلبلہ کی مانند ہے، کل جو کرسی پر تھے آج ان کا نام لینا بھی جرم اور قابل دشنام ہو چکا ہے۔ ان کا حکم صرف جسموں پر چلتا ہے دلوں پر نہیں، آپ کا حکم اس زمانہ میں بھی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر چلتا ہے، اصل دولت دولت آخرت ہے۔ اور اس دولت کے مقابلہ میں دنیا کی نسبت یہ ہے جیسے کوئی بہتے ہوئے سمندر میں انگلی ڈال دے اور کچھ تری اس کی انگلی پر لگ جاوے، آپ کی مثال تو بحر مواج کی مانند ہے۔

--ع---------   ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ اس شعور کو تازہ رکھ کر اس دارالعلوم سے فارغ ہوں۔ میں نے آج کے مختصر قیام کے دوران جو کچھ دارالعلوم میں دیکھا۔ جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور میں نے جو جائزہ لیا، اس بناء پر کہتا ہوں کہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ یہ دارالعلوم پاکستان میں وہ حیثیت حاصل کرے گا۔ جو برصغیر پاک وہند میں دارالعلوم دیوبند کا ہے۔

اس لحاظ سے یہاں سے فارغ ہونے والوں کی ذمہ داری اور بھی نازک ہوگی جب آپ یہاں سے نکلیں۔ تو آپ کے علم کے ثمرات لوگوں پر منکشف ہونے چاہیئں۔

یہ دور بلاشبہ سیاست کا ہے اور اسلام دین اور سیاست کو الگ نہیں سمجھتا مگر جو سیاست اس زمانہ میں چل رہی ہے، اس کا یقیناً دین سے کوئی تعلق نہیں اور جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی کی صورت سامنے ہے۔ اس سیاست نے ایسے جذبات پیدا کیے کہ سینے اقتدار کی بھٹیاں بن کر رہ گئے۔ انا خیر امنہ ابلیس کا دعویٰ تھا۔ مگر اس الیکشنی سیاست کی بنیاد ہی اس دعویٰ پر ہے اور اس دعوی ابلیس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کے سپہ سالار مہابت خان کو جب اس بغاوت کی سوجھی، جیل سے لکھا کہ مہابت خان ہم کو تخت واقتدار نہیں بلکہ اصلاح درکار ہے۔ اس مشورہ نے جہانگیر کو بھی گرویدہ کردیا اور ننگے پیر حضرت مجدد الف ثانی کے ہاں حاضری دینے لگا۔ اس جذبہ اصلاح وخیر خواہی نے جہانگیر کو بدل دیا اور جب ان کے پند ونصائح سے متاثر ہوا تو شراب نوشی تک چھوڑ دی۔ علماء کبھی اقتدار کے طالب نہیں رہے مگر حق بات کہنے میں بھی کبھی کوتاہی نہ کی بلکہ -----ع-----   ہر حال میں حق بات کا اظہار کریں گے

منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے

اصلاح کی جذبہ کی ضرورت ہے، اور جب آپ عملی زندگی میں قدم رکھیں تو قرآن وسنت کے ان سرچشموں کو گدلانہ کیجئے، ہر حال میں کلمہ حق کہیئے مگر ایک مخلص اور خیر خواہ کی حیثیت سے۔

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ تبلیغ آپ کا فریضہ آپ کا مشن ہے۔ آپ ان عیسائی مشنریوں کو دیکھیے جن کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے بے سروسامانی سے مشن کا آغاز کیا۔ اس کا پہلا مشنری جو ۱۷۷۸ء میں کلکتہ آیا، ایک موچی کالڑ کا تھا اس نے تجویز پیش کی کہ چار دانگ عالم میں عیسائیت کا پرچار کیا جائے، وہ ہر گلی کوچہ گیا، ہر گرجہ میں چندے کے لیے ہاتھ پھیلائے تا کہ ہندوستان روانہ ہوسکے اس تمام محنت کے بعد اسے کل ساڑھے تیرہ شلنگ چندہ ملا، حالانکہ اس وقت اس سفر کے لیے اسے کم ازکم پچاس پونڈ کی ضرورت تھی۔ اس نے جہاز والوں کو منت سماجت کر کے راضی کیا اور کہا کہ میں تمہاری ہر قسم کی خدمت کروں گا جوتے صاف کروں گا مگر مجھے ہندوستان لے چل'۔ چنانچہ اس نے یہاں آ کر عیسائی مشنری کا پودا لگایا۔ جو آج ایک مضبوط درخت بن چکا ہے اور اس کے کانٹے برابر ملت مسلمہ کے دامن کو تار تار کر رہے ہیں۔

اپنے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مثال سامنے رکھیئے جن حالات میں انہوں نے دارالعلوم کا آغاز کیا ہو گا میرا اندازہ ہے کہ اس وقت کچھ بھی ان کے پاس نہ ہو گا۔ نہایت بے سروسامانی میں ارادہ کیا ہو گا مگر نیک نیتی، اخلاص اور جدوجہد زادراہ تھا تو آج اس عظیم ادارہ کی شکل میں دارالعلوم موجود ہے۔ لاکھوں روپے لگ گئے اور انشاءاللہ آئندہ کروڑوں خرچ ہوں گے۔ اگر آپ لوگ دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے نیک نیتی سے کام شروع کریں گے۔ تو خدا کی مدد یقیناً ساتھ ہو گی، وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو زادراہ سے مایوس نہیں کریں گے۔

مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب کہا کہ مشکلات اور بے سروسامانی سے نہ گھبراؤ، تم نے نہیں دیکھا کہ راستہ پر چلنے والے کو حد نظر سے آگے سڑک ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے۔ کہ ایک خاص حد سے آگے سڑک بند ہے، مگر جب آدمی چلتا ہے تو محدود راستہ کھلتا نظر آتا ہے ---- بڑھتے چلو خدا کا نام لیکر آگے بڑھتے چلو--